اکائی 6: الخطابۃ فی العہد الاسلامی

اکائی کے اجزاء:

6.1 مقصد
6.2 تمہید
6.3 خطابت کا تعارف
6.4 عصر اسلامی کے بڑے خطباء
6.4.1 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
6.4.2 حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
6.4.3 حضرت علی رضی اللہ عنہ
6.4.4 سحبان وائل
6.4.5 زیاد بن ابیہ
6.4.6 حجاج بن یوسف ثقفی
6.4.7 شیخ حسن بصری
6.4.8 خلاصہ
6.4.9 نمونے کے امتحانی سوالات
6.4.10 فرہنگ
6.4.11 مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

6.1 مقصد:

اس اکائی سے آپ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ عصر اسلامی کی خطابت میں مقصد، اسلوب، مضامین اور تاثیر کے لحاظ سے کیا فرق آیا اور اس زمانہ میں بڑے بڑے خطباء کون کون تھے اور ان کی خصوصیات کیا تھیں، عربی ادب میں انھوں نے کیا اثرات ڈالے اور اس کو کس طرح متاثر کیا۔

6.2 تمہید:

خطابت کلام کا لازمی جزو ہے اور عربی زبان میں تو اس کی بہت زیادہ اہمیت رہی ہے۔ عصر اسلامی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام بلاغت نظام اور اس کے سحر نے ایک زمانہ کو متاثر کیا۔ قرآن پاک کا اسلوب بھی خطابی ہے۔ قرآن وحدیث یہ دونوں عربی زبان کے ایسے لازوال نمونے ہیں جن پر کبھی اضمحلال طاری نہ ہوگا، نہ ان کی تاثیر میں کمی آئے گی۔ ان دونوں کے زبردست اثرات عربی زبان پر پڑے۔ قرآن وحدیث نے مضامین کے اعلیٰ اور لازوال خزانے عربی کی جھولی میں ڈال دیے۔ ان دونوں نے اس کو اتنی حکمتیں، وسعتیں، برکتیں، مضامین کی گہرائیاں، معانی کی پہنائیاں عطا کیں کہ جن سے عربی زبان ثروت مند اور بے نظیر بن گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ وتابعین نے اس فن کو آگے بڑھایا اور حسن بصری، سحبان وائل اور حجاج بن یوسف کی خطابت میں یہ اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ ان سب کی تفصیلات آنے والے صفحات میں آپ کے سامنے آئیں گی۔

6.3 خطابت کا تعارف:

استاذ احمد حسن زیات فن خطابت کا تعارف کراتے ہوئے کہتے ہیں:

''شاعری کی طرح فن خطابت کا تانا بانا بھی خیالات وافکار اور فصاحت وبلاغت ہیں۔ یہ آزادی وشجاعت، ہمت واولوالعزمی کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے۔ لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانا، دلائل سے (مخالف کو) خاموش کرنے اور اہم کاموں پر ابھارنے اور اکسانے کا یہ ایک کارگر حربہ ہے۔ اس فن کے لئے چرب زبانی، خوش بیانی اور برجستہ گوئی لازمی شرائط ہیں۔'' (تاریخ ادب عربی، اردو، ترجمہ عبدالرحمٰن طاہر سورتی، ص ۹۳، البلاغ پبلیکیشنز 2015)

جاہلی زمانہ کے عربوں میں خطیب کی بڑی اہمیت تھی۔ اگر شاعر عرب کا دیوان تھے تو خطیب قبیلہ کا فخر ہوتا۔ خطیب اپنی تقریر میں دل نشین اسلوب، سحر بیانی، سلیس و رواں الفاظ، صاف صاف باتیں، چھوٹے چھوٹے ہم وزن جملے، مسجع و مقفّٰی عبارتیں، ضرب الامثال اور کہاوتیں استعمال کرتے۔ وہ مخاطب کو اپنا مضمون ذہن نشین کرنے کے لئے تقریروں میں اختصار مدنظر رکھتے۔ دستور یہ تھا کہ خطیب اونچی جگہ کھڑا ہوتا یا سواری پر بیٹھ کر تقریر کرتا، اثنائے تقریر ہاتھ ہلاتا، مناسب اشاروں سے مفہوم کو واضح کرتا اور ہاتھ میں عصا، نیزہ یا تلوار لے لیتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہاتھ میں عصا لے کر جمعہ و غیر جمعہ میں تقریر کرنا منقول ہوا ہے۔ ہر قبیلہ اپنے بچوں میں بچپن سے ہی خطابت کا ملکہ پیدا کرنے کی کوشش کرتا۔ خطابت کی ضرورت اکثر باپ دادا کے حسب و نسب کے مفاخر بیان کرنے، اسواق عرب کی مجلسوں میں، دو قبیلوں کے باہمی تعلقات کی اصلاح، قبائل کے سرداروں اور اپنے شیوخ نیز حکمرانوں اور امراء کے مابین سفارت کاری جیسے مقاصد کے لئے پڑتی تھی۔ خطیب کے لئے بلند آواز، خوش بیان، دلیر اور بے باک ہونے کی صفات لازمی تھیں۔ جاہلی زمانہ کے عربوں میں بہت سارے خطیب ہوئے ہیں اور اسلام کے بعد اس فن کو اور ترقی ہوئی۔ خطابت کے فنون اور مضامین میں بلندی اور وسعت خیالی آ گئی۔ یہاں ہم عہد اسلامی کے اہم خطباء پر مختصر روشنی ڈالیں گے۔

نبی ﷺ تو تمام خطیبوں کے سردار اور ان کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں ہی، حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے خطبے بھی تاریخ میں منقول ہوئے ہیں۔ وہ فوجوں کو جہاد پر روانہ کرتے وقت خطبے دیتے اور انھیں نصیحتیں کرتے۔ ان کے علاوہ بعض دوسرے حضرات کے خطبے بھی منقول ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر قادسیہ کی جنگ میں مغیرہ بن شعبہ ؓ کا، خالد بن ولید ؓ کا یرموک میں اور ایلہ کی جنگ میں عتبہ بن غزوان ؓ کا خطبہ طبری نے نقل کیا ہے، جس میں انھوں نے کہا:

أما بعد، فإن الدنيا تولت حذاء مدبرة، وقد آذنت أهلها بصرم وإنما بقي منها حبابة كصبابة الإناء يحطبها صاحبها، ألا وإنكم منقولون منها إلى دار لا زوال لها، فانتقلوا منها بخير ما يحضر كم.

"امابعد، دنیا بہت جلد چلی جانے والی ہے، اُس نے دنیا والوں سے رخصتی کی اجازت مانگ لی ہے۔ اب اس کے چلے جانے میں اتنی سی دیر باقی ہے جیسے پانی کے برتن میں ذرا سا پانی بچ جائے۔ آگاہ رہو کہ تم سب اِس دنیا سے اس دنیا کی طرف جاؤ گے جس کو زوال نہیں، اس لئے اچھا زادِ راہ لے کر اس دنیا کی طرف چلو۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ صرف مختلف موقعوں پر خود خطبے دیتے بلکہ آپ کے سامنے فوجوں کے آگے مشاہیر عرب آ کر خطبے دیتے، جن میں بنو تمیم کے سردار احنف بن قیس نے متعدد خطبے آپ کے سامنے دیے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کئی صحابہ کو کوفہ، بصرہ اور دوسرے شہروں میں دینی علوم کی ترویج اور اسلامی تربیت کے لئے بھیجا، جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک بار اہل کوفہ کو یوں خطاب کیا:

ان أصدق الحديث كتاب الله، وأوثق العرى كلمة التقوى، وخير الملل ملة إبراهيم، وأحسن السنن سنة محمد صلى الله عليه وسلم وشر الأمور محدثاتها وخير الأمور عزائمها، ما قل وكفى خير مما كثر و الهٰى، خير الغنى غنى النفس، الخمر جماع الآثام، اعظم الخطايا اللسان الكذوب، سباب المؤمن فسق وقتاله كفر وأكل لحمه معصية... مكتوب في ديوان المحسنين من عفا عفى عنه، السعيد من وعظ بغيره... أحسن الهدى هدي الأنبياء.

"سب سے بہتر بات اللہ کی کتاب ہے۔ کلمۃ التقویٰ سب سے مضبوط دستہ ہے، سب سے اچھا طریقہ ابراہیم کا طریقہ ہے۔ سب سے بہترین سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ سب سے برے امور بدعات ہیں۔ سب سے بہتر بات وہ ہے جو پختہ ہو۔ جو کلام کم ہو اور کافی ہو جائے وہ اس زیادہ سے بہتر ہے جو غفلت میں ڈالے۔ بہترین غنا نفس کا غنا ہے۔ شراب بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے۔ سب سے بڑی گناہ کی بات جھوٹی زبان ہے۔ مومن کو گالی دینا فسق اور اس سے قتال کفر ہے، اس کی غیبت معصیت ہے۔ احسان کرنے والوں کے رجسٹر میں لکھ دیا گیا ہے کہ جو معاف کرتا ہے اس کو معاف کر دیا جاتا ہے اور سب سے بہترین ہدایت انبیاء کی ہدایت ہے۔"

خلافت راشدہ کے اخیر میں مشاجرات صحابہ کا دور شروع ہوتا ہے۔ ایک گروپ عثمانی و امویوں کا بن جاتا ہے اور ایک گروپ شیعوں کا، ایک خوارج کا، یہ سب فرقے اپنے فکر و عقیدہ کے حق میں خطابت کے زور کو کام میں لاتے ہیں۔ خوارج کا مشہور خطیب قطری بن فجائۃ ہے۔ حضرت امام علی رضی اللہ عنہ عربی زبان کے ایک ملہم اور عظیم الشان خطیب ہیں، آپ کی خطابت میں قرآنی اسلوب، منہج نبوی سے تاثر اور اعلیٰ درجہ کی فصاحت و بلاغت منتہائے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ آپ کے خطبوں کا بڑا حصہ نہج البلاغہ میں جمع کیا گیا ہے، تاہم تاریخ ادب عربی کے محققین مثلاً دکتور شوقی ضیف اس کتاب کے بیشتر مشتملات کو منحول اور گڑھا ہوا قرار دیتے ہیں، جس کا بڑا حصہ شریف رضی یا شریف مرتضی نے اختراع کر کے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ (تاریخ الادب العربی، شوقی ضیف)

جہادی مہمات اور سیاسی اختلافات، تفسیر قرآن کے حلقوں اور سیاسی فضا سے الگ وعظ و ارشاد کی مجلسیں بھی سرگرم ہوتی ہیں اور ان میں سماک بن حرب اور حسن بصری جیسے زہاد اپنی فصاحت و بلاغت اور مذہبی خطابت کے ذریعہ لوگوں میں دینی شوق اور جذبہ پیدا کر دیتے ہیں۔ یوں ان مختلف اسباب کے تحت عصر اسلامی میں خطابت کا فن عروج کو پہنچتا ہے۔

6.4 عصر اسلامی کے بڑے خطباء:

ذیل میں عصر اسلامی کے بڑے خطباء کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے، جس میں ایک ترتیب سے ان کا مختصر تذکرہ اور ان کی خطابت کے اہم خصائص کا تذکرہ کیا جائے گا۔ اس فہرست میں اوّل نمبر پر بجا طور پر افصح العرب والعجم اور سید الخطباء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آتا ہے:

6.4.1 نبی صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب والعجم تھے۔ آپ بنو ہاشم میں پیدا ہوئے۔ شیر خوارگی کا زمانہ بنو سعد میں گزارا، نو خیزی قریشی قبائل میں۔ خود آپ نے اپنے متعلق افصح العرب ہونے کا دعویٰ کیا اور کبھی کسی عرب نے اس کی تردید نہیں کی۔ نہ آپ کی زبان و بیان پر کبھی کوئی اعتراض کر سکا، حالانکہ مکہ کے لوگوں نے آپ کو ساحر مجنون اور سب کچھ کہا۔ آپ کی فصاحت و بلاغت میں آمد ہی آمد تھی۔ آپ کی زبان قرآن سے مستعار و Inspired تھی، لہٰذا آپ کی زبان مبارک بھی الہامی تھی کہ جس کی شہادت میں **وما ينطق عن الهوى إن هو الا وحى يوحى** کہا گیا۔ آپ کے طرز بیان میں کوئی جھول نہ تھا، نہ کبھی کوئی بھدا، غیر معیاری اور غیر موزوں لفظ آپ کی زبان مبارک سے نکلا۔ بچپن بنو سعد میں گزارنے اور نوجوانی میں تجارتی اسفار کی وجہ سے عرب کی بولیاں آپ کے علم میں تھیں۔ آپ کے کلام کی جاحظ نے

یوں تعریف کی ہے:

''وہ ایسا کلام تھا جس کے حروف کی تعداد کم، معانی کی مقدار زیادہ تھی، جو صنعت وآورد سے بالاتر اور تکلف سے منزہ ہوتا، اُس میں تفصیل کی جگہ تفصیل اور اجمال کی جگہ اجمال تھا۔ وہ بے قاعدہ، غریب وتوحش کن الفاظ سے خالی نیز بازاری وعامیانہ الفاظ سے پاک وصاف تھا۔ سرمایۂ حکمت سے لبریز نیز غلطیوں وخامیوں سے محفوظ ومامون تھا۔ اس کو تائیدِ غیبی اور حمایت ربانی حاصل تھی۔ الغرض لوگوں نے آپ کے کلام سے زیادہ مفید، سچا، مناسب وموزوں، خوش اسلوب وخوش معنی، پراثر ودل نشیں، آسان وزود فہم اور اپنے مقصود ومطلوب کو کھول کر وضاحت سے بیان کرنے والا کوئی کلام نہیں سنا۔'' (البیان والتبیین، جلد دوم، ص ۱۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنی بات کو تین مرتبہ دہراتے۔ خطابت میں بڑے پر شوکت الفاظ استعمال کرتے اور اسلوب خطابت میں زیر وبم ہوتا۔ اس اتار چڑھاؤ کی وجہ سے آپ کے کلام میں بلا کی تاثیر پیدا ہو جاتی۔ آپ جوامع الکلم استعمال کرتے، جس میں ایک جملہ ایک کتاب پر بھاری ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ نے حجۃ الوداع میں ایک لاکھ لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

أيها الناس إن ربكم واحد وإن أباكم واحد، كلكم لآدم وآدم من تراب، ان اكرمكم عند الله اتقاكم، إن الله عليم خبير، وليس لعربي على عجمي فضل إلا بالتقوى.

(البيان والتبيين للجاحظ، طبع مطبعة لجنة التاليف والترجمه والنشر، ۲/۳۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے قبل تیرہ سال مکہ میں رہے اور دین کی دعوت کے لئے آپ نے خطابت کو حکمت اور موعظت کے ساتھ استعمال کیا۔ اس کے لئے آپ کا سب سے بڑا وسیلہ اور سرچشمہ قوت قرآن پاک تھا، جس کی فصاحت وبلاغت اور اعجاز خطابت نے تمام عرب کو مسحور کر کے رکھ دیا تھا۔ آپ پوری قوت سے لوگوں کے سوئے ضمیر کو بیدار کرتے اور طرح طرح کے اسلوبوں سے ان کو توحید کی طرف بلاتے۔ ہجرت کے بعد آپ کے خطبات کے مضامین میں اور وسعت آئی اور اب توحید رسالت ومعاد کے اثبات کے علاوہ دینی احکام کی وضاحت بھی شامل ہو گئی۔ خاندانی مسائل میراث، لین دین، زکوٰۃ وصدقات، پڑوسیوں سے تعلقات کے ساتھ مکارم اخلاق کی تعلیم، جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

بعثت لأتمم مكارم الأخلاق.

جمعہ کے خطبوں کے علاوہ عیدین میں بھی آپ خطبے دیتے تھے۔ اس کے علاوہ خاص خاص مواقع پر بھی حدیث وسیرت کی کتابوں میں آپ کے خطبے منقول ہیں، جن میں بہت مشہور خطبہ وہ ہے جو آپ نے فتح مکہ کے بعد دیا تھا۔ ہوا یوں کہ آپ ﷺ نے مؤلفۃ القلوب کی مد میں اہل مکہ کو کچھ مال دیا تھا اور انصار کو چھوڑ دیا تھا۔ اس پر بعض انصاریوں کو شکایت ہوئی تو آپ نے ان کو ایک خیمہ میں جمع کیا، پھر ایک مؤثر خطبہ دیا، جس سے انصار زار وقطار رونے لگے۔ اس کے علاوہ آپ کا سب سے مشہور خطبہ وہ ہے جو آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر دیا، جس میں آپ نے فرمایا:

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوب إليه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله.

أوصيكم عباد الله بتقوى الله وأحثكم على طاعته وأستفتح بالذي هو خير. أما بعد أيها الناس اسمعوا مني أبين لكم فإني لا أدري لعلى لا ألقاكم بعد عامي هذا في موقفي هذا.

أيها الناس إن دمائكم وأعراضكم حرام عليكم إلى أن تلقوا ربكم كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا في بلدكم هذا – ألا هل بلغت اللهم فاشهد، فمن كانت عنده أمانة فليؤدها إلى من ائتمنه عليها.

وإن ربا الجاهلية موضوع ولكن لكم رؤوس أموالكم لا تظلمون ولا تظلمون وقضى الله أنه لا ربا. وإن أول ربا أبدا به ربا عمي العباس بن عبد المطلب. وإن دماء الجاهلية موضوعة، وإن أول نبدأ به دم عامر بن ربيعة بن الحارث بن عبد المطلب وإن مآثر الجاهلية موضوعة غير السدانة والسقاية، والعمد قود وشبه العمد ما قتل بالعصا والحجر وفيه مائة بعير، فمن زاد فهو من أهل الجاهلية.

''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، ہم اس کی حمد کرتے اور اسی سے مدد واستغفار چاہتے ہیں اور اسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ہم اپنے نفس کے شرور اور اپنے برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، جس کو اللہ ہدایت دے دے اُس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

اے اللہ کے بندو! میں تم سب کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، اس کی اطاعت پر ابھارتا ہوں اور جو اچھا ہے اس کو طلب کرتا ہوں۔ امابعد، اے لوگو! میری بات سنو، میں تمھیں کھول کھول بیان کرتا ہوں، کیونکہ میں نہیں جانتا کہ شاید اس سال کے بعد میں نہ مل سکوں اس جگہ میں۔

اے لوگو! تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں، یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو۔ ایسے ہی حرام ہیں جیسے تمہارا یہ آج کا دن محترم ہے، تمہارا یہ مہینہ محترم ہے، تمہارا یہ شہر محترم ہے۔ دیکھو کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ گواہ رہنا۔ جس کسی کے پاس بھی کوئی امانت ہو تو اسے اس کے مالک کو لوٹا دے۔ جاہلیت کے زمانہ کے سود سب کالعدم ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کے سود کو کالعدم کرتا ہوں اور جاہلیت کے خون معاف ہیں، میں سب سے پہلے عامر بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کے خون کو معاف قرار دیتا ہوں۔ اور یقیناً جاہلیت میں جو اچھے کام ہوتے تھے وہ بھی کالعدم ہیں، سوائے خانۂ کعبہ کی دیکھ بھال اور حاجیوں کو پانی پلانے کے۔ قتل عمد میں قصاص ہوگا، شبہ عمد وہ جو لکڑی پتھر مارنے سے مر جائے اور اس میں سو اونٹ ہیں، جو اس پر زیادہ کر دے گا تو وہ اہل جاہلیت میں ہوگا۔''

أيها الناس! إن الشيطان قد يئس أن يعبد في أرضكم هذه، ولكنه قد رضي أن يطاع فيما سوى ذلک مما تحقرون من أعمالكم فاحذروه على دينكم، أيها الناس إنما النسيء زيادة في الفكر يضل به الذين كفروا يحلونه عاما ويحرمونه عاماً ليوطئوا عدة ما حرم الله فيحلوا ما حرم الله ويحرموا ما أحل الله. وإن الزمان قد استدار كهيئته يوم خلق الله السماوات والأرض، وإن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتاب الله يوم خلق الله السماوات والأرض، منها أربعة حرم ثلاثة متواليات

وواحد فرد: ذو القعدة و ذو الحجة والمحرم ورجب مضر الذي بين جمادى وشعبان – ألا هل بلغت اللهم فاشهد.

أيها الناس إن لنسائكم عليكم حقاً ولكم عليهن حق. لكم أن لا يواطئن فرشكم غيركم، ولا يدخلن أحداً تكرهونه بيوتكم إلا بإذنكم ولا يأتين بفاحشة، فإن فعلن فإن الله قد أذن لكم أن تعضلوهن وتهجروهن في المضاجع وتضربوهن ضرباً غير مبرح، فإن انتهين وأطعنكم فعليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف، واستوصوا بالنساء خيراً فإنهن عندكم عوان لا يملكن لأنفسهن شيئاً، وإنكم إنما أخذتموهن بأمانة الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله فاتقوا الله في النساء واستوصوا بهن خيراً – ألا هل بلغت؟ اللهم فاشد. فلا ترجعن بعدى كافراً يضرب بعضكم رقاب بعض، فإني قد تركت فيكم ما إن أخذتم به لن تضلوا بعده: كتاب الله وسنة نبيه، ألا هل بلغت... اللهم فاشهد.

أيها الناس إن ربكم واحد وإن أباكم واحد كلكم لآدم وآدم من تراب أكرمكم عند الله اتقاكم، وليس لعربي على عجمي فضل إلا بالتقوى – ألا هل بلغت ... اللهم فشهد، قالوا نعم – قال فليبلغ الشاهد الغائب.

''اے لوگو! شیطان اس سے تو مایوس ہوگیا ہے کہ تمہاری اس سرزمین میں اُس کی پوجا کی جائے،لیکن اس کے علاوہ تمہارے چھوٹے چھوٹے کاموں میں اپنی اطاعت کیے جانے پر وہ راضی ہوگیا ہے۔سواس سے اپنے دین کے معاملہ میں ہوشیار رہو۔اے لوگو! بیشک نسیء کفر میں بڑھائی گئی چیز ہے جس کے ذریعہ کافروں کو گمراہ کیا جاتا تھا کہ وہ ایک سال کو حلال کر لیتے اور ایک سال کو حرام کہ اس طرح اللہ کی حرام کی گئی گنتی کے مطابق ہو جائیں،یوں حرام کو حلال کر ڈالیں۔بلاشبہ آج زمانہ اپنی اصل حیثیت پر لوٹ آیا ہے،جس دن کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا،لہٰذا اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی بارہ ہوگی،یہ اللہ کے قانون میں ہے جب اس نے آسمانوں وزمین کو پیدا کیا،ان میں سے چار مہینے محترم ہیں۔تین مہینے پے بہ پے اور ایک اکیلا۔ذوالقعدہ،ذوالحجہ،محرم اور رجب جو جمادی (الثانی) اور شعبان کے درمیان پڑتا ہے۔بتاؤ کیا میں نے پہنچادیا؟ اے اللہ تو گواہ رہنا۔

اے لوگو! یقیناً تمہاری عورتوں کا تمہارے اوپر حق ہے اور تمہارے لئے ان پر حق ہے۔تمہارے لئے ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو غیروں سے نہ روندوائیں اور تمہارے گھر میں کسی ایسے شخص کو داخل نہ کریں جسے تم پسند نہ کرتے ہو۔اور کسی کھلی برائی کا ارتکاب نہ کریں۔اگر وہ کرتی ہیں تو اللہ نے تم کو اجازت دی ہے کہ ان کو بستروں میں تنہا چھوڑ دو اور ان کی ہلکی پھلکی پٹائی کردو۔پس اگر وہ باز آ جائیں اور تمہاری اطاعت کریں تو تمہارے اوپر ان کی روزی روٹی اور معروف کے مطابق کپڑے پہنانا ہے۔عورتیں تمہارے پاس گویا قیدی ہیں،وہ اپنے لئے کسی چیز کا حق نہیں رکھتیں۔ان کو تم نے اللہ کی امانت کے بطور لیا ہے اور ان کی شرم گاہیں تم نے حلال کر لیں ہیں،اللہ کے کلمہ کے ذریعہ لہٰذا عورتوں کے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ان کے بارے میں میری خیر کی وصیت کو قبول کرو۔کیا میں نے پہنچادیا؟ اے اللہ گواہ رہنا۔اے لوگو! تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔کسی مسلمان کے لئے اس کے مسلمان بھائی کے مال میں سے وہی حلال ہے جس سے وہ رضامند ہو۔تو تم میرے بعد کفر اختیار نہ کر لینا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو،میں تمہارے لیے کتاب اللہ اور رسول کی سنت چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کو اگر تم پکڑے رہوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔بتاؤ کیا میں نے پہنچادیا؟ اے اللہ تو گواہ رہنا۔

اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارے باپ بھی ایک ہیں۔تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔بلاشبہ اللہ علیم و خبیر ہے۔کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی برتری نہیں،سوائے تقویٰ کے ذریعہ،بتاؤ کیا میں نے پہنچادیا؟ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔لوگوں نے کہا: ہاں آپ نے پہنچادیا تو آپ نے فرمایا تو جو یہاں موجود ہے وہ غیر موجود کو پہنچادے۔''

6.4.2 حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ:

دوسرے بڑے خطیب عہدِ اسلامی میں خلیفہ ثانی حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔آپ مکہ کے تاجروں میں تھے۔اور اپنے قبیلہ کے اشراف میں گنے جاتے اور قریش کے ان لوگوں میں سے ایک تھے جن کو لکھنا پڑھنا آتا تھا۔عرب میں آپ کی دلیری،بے باکی اور اولوالعزمی کی شہرت تھی۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی کہ ابوجہل اور عمر دونوں میں سے کسی ایک کے دل کو اسلام کے لئے کھول دے اور اسلام کی تقویت کا سامان کردے۔چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا،جس کا قصہ مشہور ہے۔اسلام لا کر سب سے پہلے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو لے کر کعبہ پہنچے،وہاں بانگ دہل اپنے اسلام کا اعلان کیا،تبھی بارگاہِ نبوت سے آپ کو فاروق کا خطاب ملا۔

اسلام میں حضرت ابوبکر کے بعد آپ ہی کا رتبہ ہے۔آپ عشرۂ مبشرہ میں شامل ہیں اور آپ کی ایک صاحب زادی حضرت سیدہ حفصہ امہات المؤمنین میں سے ہیں۔خلیفہ اوّل ابوبکر صدیق کے بعد آپ کو دوسرا خلیفہ منتخب کیا گیا۔آپ کے زمانہ میں ایران،شام،مصر وعراق کی فتوحات کی تکمیل ہوئی،جس کی ابتدا عہد ابوبکر میں ہوئی تھی۔آپ نے نہایت حکمت وتدبر اور غایت درجہ کی فراست وتفقہ کے ساتھ بارہ سال تک لاکھوں کلومیٹر کے رقبہ پر حکومت کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شعر فہمی کا ذوق عطا ہوا تھا۔ان کی خطابت میں ہیبت وجلال اور شفقت وعدل کے عناصر جمع ہیں۔ایک موعظت پر یہاں اکتفا کی جاتی ہے:

إن الله سبحانه وبحمده قد استوجب عليكم الشكر، واتخذ عليكم الحجيج فيما آتاكم من كرامة الآخرة والدنيا من غير مسألة منكم له، ولا رغبة منكم فيه إليه؛ فخلقكم تبارك وتعالىٰ ولم تكونوا شيئًا، لنفسه وعبادته، وكان قادرًا أن يجعلكم أدنى خلقه عليه؛ فجعل لكم عامة خلقه، ولم يجعلكم لشيء غيره، وسخر لكم ما في السموات وما في الأرض، وأسبغ عليكم نعمه ظاهرة وباطنة، وحملكم في البر والبحر، ورزقكم من الطيبات لعلكم تشكرون، ثم جعل لكم سمعًا وبصرًا، ومن نعم الله عليكم نعم عم بها بني آدم، ومنها نعم اختص بها أهل دينكم، ثم صارت تلك النعم خواصها وعوامها في دولتكم وزمانكم وطبقتكم، وليس من تلك النعم نعمة وصلت إلى امرء خاصة إلا لو قسم ما وصل إليه منها بين الناس كلهم أتعبهم شكرها، وفدحهم حقها إلا بعون الله مع الإيمان بالله ورسوله، فأنتم مستخلفون في الأرض، قاهرون لأهلها، قد نصر الله دينكم والله المحمود مع الفتوح العظام في كل بلد... فنسأل الله الذي لا إله هو الذي ابلانا هذا أن يرزقنا العمل بطاعته والمسارعة إلى

مرضاته.

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر شکر واجب کیا ہے، تمہارے خلاف دنیا وآخرت کی اس عزت کو دلیل بنا دیا ہے جو اُس نے تم کو بلا مانگے عطا کردی ہے، جس سے تم بے رغبت بھی نہیں ہو۔تم کچھ نہ تھے تو اللہ نے تم کو اپنے لئے اور اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا اور آسمانوں وزمین میں جو کچھ ہے اس کو تمہارے لئے مسخر کر دیا۔تمہارے اوپر اپنی ظاہری و باطنی ہر نعمت تمام کر دی۔تمھیں بحر و بر میں اٹھایا۔تمھیں طیبات سے رزق دیا تا کہ تم شکر گزار رہو۔ پھر تمہارے لئے آنکھ اور کان بنائے۔اللہ کی تم پر کچھ نعمتیں وہ ہیں جن میں سارے ہی بنی آدم شریک ہیں اور کچھ نعمتیں تمہارے دین والوں کے ساتھ خاص کر دی ہیں۔پھر یہ خاص وعام نعمتیں تمہاری مملکت، زمانہ اور طبقہ میں ہوگئی ہیں۔ان میں سے کوئی نعمت بھی ایسی نہیں جو کسی ایک آدمی کے ساتھ خاص ہو اور وہ اُسے تمام انسانوں میں بانٹ دے کہ اُس کے شکر سے سب درماندہ رہ جائیں اور اللہ کی مدد کے بغیر اس کا حق ادا نہ کرسکیں۔ایمان باللہ و بالرسول سے بڑی کوئی نعمت نہیں۔تم کو اللہ نے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، تم زمین والوں کو مطیع بنانے والے ہو۔اللہ نے تمہارے دین کی مدد کی۔ہر شہر بڑی بڑی فتوحات عطا کی ہیں۔تو ہم اللہ تعالیٰ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے ہمیں یہ سب کچھ دیا دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم کو وہ اپنا اطاعت گزار بنا دے اور اپنی مرضی کا پابند۔''

6.4.3 حضرت علی رضی اللہ عنہ:

فاتح خیبر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کاشانۂ نبوت میں پرورش پائی۔وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی بھی تھے، جن کی پرورش کی ذمہ داری آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت سے لے لی تھی جب ایک کمسن بچہ تھے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سابقون اوّلون میں سے ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔علیؓ کو بوقت ہجرت آپؐ کے بستر پر سونے کا شرف حاصل ہوا۔بعد میں آپ کے داماد بھی بنے۔فیضانِ نبوت سے مستفید ہونے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ حکمت وموعظت کا خزانہ تھے اور فصاحت وبلاغت کی کان۔صحابہ کرام میں آپ سے بڑھ کر کوئی فصیح وبلیغ، صائب الرائے اور حکیم نہ تھا۔آپ کے خطبے زیادہ تر البیان والتبیین، عیون الاخیار اور طبری میں نقل کیے گئے ہیں۔جہاں تک نہج البلاغۃ کی بات ہے جو آپ کے سیاسی خطبوں، مواعظ، تقریروں، بیانات اور اقوال کا مجموعہ ہے، جس کو ابن ابی الحدید نے ترتیب دیا تھا تو اس کے بارے میں ڈاکٹر شوقی ضیف کی رائے یہ ہے کہ اس کا بڑا حصہ منحول اور گڑھا ہوا ہے، جس کو شریف رضی یا شریف مرتضی نے لکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا تھا۔

نمونہ کے طور پر ایک خطبہ ہم یہاں پیش کرتے ہیں:

ان الجهاد باب من ابواب الجنة، فمن تركه رغبةً عنه البسه الله ثوب الذلّ وشمله البلاء، ولزمه الصغار، وسيم الخصف ومنع النصف. ألا وإني قد دعوتكم إلى قتال هؤلاء القوم ليلاً ونهاراً وسراً وإعلاناً وقلت لكم: اغزوهم قبل أن يغزوكم، فوالله ما غزى قوم قط في عقر دارهم إلا ذلوا، فتواكلتم وتخاذلتم، وثقل عليكم قولي، واتخذتموه ورائكم ظهريا، حتى شنت عليكم الغارات... فيا عجبا من جد هؤلاء القوم في باطلهم وفشلكم عن حقكم... حتى صرتم هدفاً يرمىٰ وفيئا ينتهب، يغار عليكم ولا تغيرون وتغزون ولاتغزون، قد ملأ تم صدري غيظا، وجرعتموني الموت انفاساً وافسدتم علي رائي بالعصيان والخذلان.

''یقیناً جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، جو شخص جہاد کو بے رغبتی سے چھوڑ دے اللہ اس کو ذلت کا لباس پہنائے گا، اس پر بلائیں آئیں گی اور اسے چھوٹا بن کر رہنا ہوگا، اسے ذلت کا مزہ چکھنا ہوگا اور اس کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔یاد رکھو میں نے تم کو ان لوگوں سے قتل کے لئے دن رات، چپکے اور پکار پکار کر بلایا۔میں نے تم سے کہا کہ اس سے پہلے کہ وہ تم پر حملہ کریں تم ان پر حملہ آور ہو، خدا کی قسم کسی قوم پر اس کے اپنے گھر میں حملہ نہیں کیا جاتا مگر وہ ذلیل ہو جاتی ہے۔تم نے ٹال مٹول کی، مجھے چھوڑ دیا، میری بات تم پر بھاری ہوگئی، تم نے میری باتوں کو پس پشت ڈال دیا، یہاں تک کہ تم پر حملے ہونے لگے۔مجھے تعجب ہے کہ یہ لوگ باطل پر ہیں، پھر بھی کوشش کر رہے ہیں اور تم حق پر ہوتے ہوئے بھی ناکام ہو...نوبت بایں جا رسید کہ اب تم پر نشانہ لگایا جا رہا ہے، تم نے میرے سینے کو غصہ کی آگ سے بھر دیا ہے۔تم نے مجھے موت کے کڑوے گھونٹ پلائے ہیں اور میری نافرمانی اور سرکشی کر کے میری رائے کو کنفیوژ کر دیا ہے۔''

6.4.4 سحبان وائل:

سحبان بن زفر بن زیاد بن ربیعہ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درباری تھے۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی بڑی قدر افزائی کرتے۔سحبان غیر سیاسی اور غیر جماعتی مقرر تھے۔وہ نہایت برجستہ گو تھے، مگر ان کی خطابت کے موضوع وعظ ونصیحت تک محدود تھے۔دوسرے ان کے خطبے بڑے طویل اور یک موضوعی ہوتے تھے، یہی وجہ رہی کہ راویانِ ادب نے ان کے خطبات کو محفوظ نہیں رکھا۔خلافت معاویہ ہی میں سنہ ۵۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔سحبان تقریر کرتے وقت اپنا عصا ضرور استعمال کرتے۔اُنھیں اپنی خطابت پر ناز تھا اور حضرت معاویہ نے انھیں اخطب العرب قرار دیا تھا۔وہ نہایت روانی سے ایک ہی موضوع پر تقریر کرتے چلے جاتے تھے۔استاد احمد حسن نے اپنی کتاب تاریخ الادب العربی میں ان کا ایک مختصر خطبہ نقل کیا ہے، جس کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے:

''لوگو! دنیا آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے کی جگہ۔اے لوگو! اپنی گزرگاہ سے دائمی اقامت گاہ کے لئے سامان لے لو اور جس پر تمہارے بھید آشکارا ہیں اُس کے سامنے اپنے پردے چاک نہ کرو۔اپنے جسموں کے نکلنے سے پہلے دنیا سے اپنے دلوں کو نکال لو، تم اس دنیا میں جیتے ہو لیکن دوسری جگہ رہنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔جب آدمی مرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں'' کیا چھوڑا؟ اور فرشتے کہتے ہیں کیا لایا؟ لہٰذا کچھ اپنے لئے پیشگی روانہ کرو اور سب یہاں نہ چھوڑ جاؤ کہ وہ تمہارے لئے وبال نہ بن جائے۔''

6.4.5 زیاد بن ابیہ:

زیادہ بن ابیہ اپنی خطابت، انتظامی صلاحیتوں، بیوروکریسی کے جوہر اور طلاقت لسانی میں ایک بے نظیر انسان تھا۔بعض روایتوں کے مطابق اس کا باپ عبد نامی غلام اور سمیہ نامی لونڈی تھی۔جبکہ بعض روایات اس کا نسب حضرت ابوسفیان سے جوڑتی ہیں، اسی وجہ سے مؤرخوں میں وہ زیاد بن ابیہ کے نام سے معروف ہوا۔حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اُسے بڑے بڑے انتظامی و مالی عہدوں پر مامور بھی کیا،

لیکنبہت زیادہ صلاحیتوں کی بنا پر عمرؓ نے اس خوف سے اسے معزول بھی کر دیا تھا کہ کہیں لوگ فتنہ ہی میں نہ پڑ جائیں۔ حضرت عمرو بن العاص نے ایک بار اس کی تقریر سن کر کہا: ''سبحان اللہ، کیا کہنے ہیں اس نوجوان کے اگر اس کا باپ قریش سے ہوتا تو سارے عرب کا قائد بن جاتا۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں انھوں نے زیاد کو کوفہ و بصرہ دونوں جگہوں کا گورنر مقرر کر دیا۔ اس نے دونوں کا اچھا انتظام کیا، فضا کو سازگار بنایا، سیاسی استحکام پیدا کر دیا اور سرحدوں کو مضبوط کر دیا۔ جب تک حضرت علی رضی اللہ عنہ زندہ رہے زیاد ان کا وفادار رہا۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ جو پہلے سے ہی اس کو اپنے کیمپ میں لانے اور اپنا ہم نوا بنانے کے لئے کوشاں تھے، اپنے ارادہ میں کامیاب ہوئے اور زیاد نے اپنی خدمات ان کو دے دیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو کوفہ و بصرہ کا گورنر بنائے رکھا۔

نمونہ: زیاد بن ابیہ جتنا زیادہ خطابت کرتا اُس کی تقریر کی فصاحت و بلاغت اور زور بیان بڑھتا ہی جاتا۔ امام شعبی نے بھی اس کی طول خطابت کی تعریف کی۔ اس کی تقریروں سے خطبہ بتراء یعنی بغیر حمد و ثنا کا خطبہ مشہور ہے۔

امابعد! جاہلیت خالص، اندھی گمراہی اور آگ میں لے جانے والی سرکشی، جس میں تمہارے نادان اور دانش مند سب پڑے ہوئے ہیں، وہ چیزیں ہیں جن سے چھوٹے تباہ ہو جاتے ہیں اور بڑے بچ کر نہیں نکلتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کتاب اللہ کو نہیں پڑھا اور اللہ نے اطاعت شعار بندوں کے لئے جو اجر و ثواب اور نافرمانوں کے لئے جو سخت عذاب ہمیشہ ہمیش کی زندگی میں رکھا ہے، وہ نہیں سنا۔ تم میں سے ہر ایک کی آنکھ دنیا پر لگی ہوئی ہے۔ تمہارے کانوں میں خواہشات کی صدائیں گونج رہی ہیں اور تم فانی حیات کو ابدی زندگی پر ترجیح دے رہے ہو۔ تم یہ بھولے ہوئے ہو کہ تم نے کمزور پر ظلم روا رکھ کر دن دہاڑے کمزور لٹی ہوئی اور دکھیاری عورت کو بے یار و مددگار چھوڑ کر - حالانکہ دشمن کثیر اور متحد ہیں - اسلام میں ایک ایسی بری مثال قائم کی ہے جس کی نظیر تم سے پہلے کبھی نہیں مل سکتی۔ کیا تم میں روک تھام کرنے والے نہیں جو سرکشوں کو راتوں میں شب خون مارنے اور لوٹ مار کرنے سے روکیں؟ تم نے رشتے داری کا پاس رکھا اور دین کو چھوڑ دیا ہے۔ بغیر کسی معقول وجہ کے تم معذرتیں پیش کرتے ہو، خلاف شرع اعمال اپنے سامنے ہوتے دیکھ کر چشم پوشی کرتے ہو۔ ہر شخص اپنے نادان و مجرم سے اس طرح بے توجہی برتتا ہے گویا اُسے نہ عاقبت کا خوف ہے نہ قیامت کی امید۔ تم عقل والے نہیں، تم بے وقوفوں کی پیروی کرتے ہو۔ تم نے ان کو ڈھیل دے کر اس قدر دلیر کر دیا ہے کہ وہ اسلامی قوانین کی خلاف ورزی کرنے لگے ہیں اور انھوں نے تمہاری آڑ لے کر بدمعاشی کے اڈے بنا لیے ہیں۔ مجھ پر اس وقت تک کھانا پینا حرام ہے جب تک میں ان اڈوں کو منہدم نہ کر دوں یا جلا نہ ڈالوں۔ (الخ)

6.4.6 حجاج بن یوسف ثقفی:

حجاج بن یوسف ثقفی ۴۱ھ میں پیدا ہوا۔ طائف میں تعلیم حاصل کی۔ بچپن سے زیرک و ذہین تھا۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حجاج کی صلاحیتیں دیکھ کر اُسے اپنی فوج میں افسر مقرر کر دیا۔ اس نے فوج میں نظم و ضبط پیدا کیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کے لئے بھی حجاج کو مکہ پر فوج کشی کے لئے بھیجا گیا۔ اس مہم میں اُسے کامیابی ملی اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے ساتھی ان کا ساتھ چھوڑ گئے اور حضرت ابن زبیر شہید ہو گئے۔ مکہ میں زبیریوں کی حکومت ختم کرنے کے بعد حجاج کو عراق کا گورنر مقرر کیا گیا۔ حجاج خلافت بنی امیہ کا بہت بڑا خدمت گار تھا اور اپنے آقاؤں کی وفاداری میں اس نے بہت سے علماء، فقہاء، تابعین (جو بنی امیہ کے مخالف تھے) کو قتل کیا۔ ہزاروں کو جیل میں ڈالا۔ اُس کا ایک کارنامہ قرآن پاک پر نقطے لگوانا تھا اور دوسرا بڑا کارنامہ محمد بن قاسم کو سندھ فتح کرنے کے لئے بھیجنا تھا۔ ۹۵ھ میں بمقام واسط حجاج نے انتقال کیا۔

خطبہ کا نمونہ: حجاج بن یوسف کا مشہور خطبہ وہ ہے جب عراق کی امارت ملنے کے بعد وہ کوفہ پہنچا۔ اُس نے سر پر عمامہ باندھا اور چہرہ اس میں چھپا لیا۔ گلے میں تلوار اور شانہ پر کمان لٹکا کر مسجد میں داخل ہوا۔ ممبر پر چڑھ کر تھوڑی دیر خاموش رہا۔ فتنہ باز کوفیوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں۔ ایک شخص عمیر بن ضابی نے اُسے پتھر مارنے کا ارادہ تک کر لیا۔ تمام لوگوں کی نگاہیں اپنی طرف اٹھتی دیکھ کر حجاج نے اپنے چہرے سے عمامہ ہٹایا اور یہ شعر پڑھا:

انا ابن الجلا طلاع الثنایا　　　　متی اضع العمامة تعرفونی

''میں مشہور اور تجربہ کار شخص ہوں، جب اپنا عمامہ اتار دوں گا تو تم مجھے پہچان لو گے۔'' اس کے بعد گرم اور دہکتی ہوئی تقریر کی جس نے اہل کوفہ کو سراسیمہ کر کے رکھ دیا۔ اس نے کہا:

اے کوفیو! میں دیکھ رہا ہوں کہ سروں کی کھیتی پک کر تیار ہو گئی ہے اور اب اس کے کاٹنے کا وقت آ گیا ہے۔ میں اُسے کاٹنے کے لئے آیا ہوں۔ مجھے عماموں اور داڑھیوں میں خون لگا ہوا نظر آ رہا ہے۔

اے عراقیو! مجھے کسی چیز سے خوف زدہ نہیں کیا جا سکتا، نہ مجھ پر زور یا دباؤ ڈالا جا سکتا ہے۔ میں بہت جانچ پڑتال کے بعد ہوشیار و لائق ثابت ہوا ہوں اور بڑے تجربہ کے بعد ڈھونڈ کر منتخب کیا گیا ہوں۔ امیر المؤمنین نے اپنے ترکش کے تمام تیر نکالے، پھر ان کی لکڑیوں کو جانچا اور مجھے سب سے زیادہ تلخ اور مضبوط لکڑی کا تیر پا کر تمہارے اوپر مسلط کر دیا، کیونکہ تم فتنوں میں پیش پیش ہو اور گمراہیوں میں پڑے رہتے ہو۔ بخدا میں تمھیں اس طرح گٹھری میں باندھ دوں گا جس طرح ببول کی لکڑی کا گٹھا باندھا جاتا ہے اور اس طرح بے دردی سے ماروں گا جس طرح پرائے اونٹوں کو مارا جاتا ہے۔ تمہاری مثال ان بستی والوں کی ہے جن کو ہر جگہ سے امن و اطمینان کے ساتھ رزق ملتا تھا، لیکن انھوں نے خدا کے انعامات و احسانات کی قدر نہ کی تو اللہ نے ان کے اعمال کی سزا میں اُنھیں بھوک اور خوف میں مبتلا کر دیا۔

بخدا میں جو کچھ کہوں گا پورا کروں گا، جس کا ارادہ کر لوں گا اُسے پورا کر کے چھوڑوں گا اور جو کروں گا وہ ٹھیک اور مناسب کروں گا۔ امیر المؤمنین نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے وظیفے تم کو دے دوں اور تم کو تمہارے دشمنوں سے لڑائی کے لئے مہلب بن ابی صفرہ کی قیادت میں بھیج دوں۔ خدا کی قسم جس کو میں وظیفہ وصول کرنے کے تین دن بعد گھر میں بیٹھا پاؤں گا اُس کی گردن اڑا دوں گا۔

6.4.7 خواجہ حسن بصری:

اس زمانہ میں دینی وعظ و نصیحت اور زہد و ورع پر ابھارنے والی خطابت بھی سامنے آئی۔ لوگوں نے درسِ قرآن، قصص و مواعظ کہنے شروع کیے۔ اس قسم کی خطابت میں سب سے اہم نام حسن بصری کا ہے۔ حسن بصری ۲۱ ہجری میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد یسار تھے جو انصار کے مولی تھے اور ان کی ماں خیرۃ حضرت امّ سلمہ امّ المؤمنین کی مولاۃ تھیں۔ حسن اپنی والدہ کے ساتھ امہات المؤمنین کے پاس آیا جایا

واپس آ کر بصرہ میں سکونت اختیار کرتے اور دینی درس وتدریس اور وعظ ونصیحت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیتے ہیں۔۱۱۰ ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

حسن بصری بڑے زاہد واعظ اور اوّلین متکلمین میں شامل ہیں۔ان کی واعظانہ خطابت کا مختصر نمونہ ذیل میں دیا جا رہا ہے:

”رحم الله أمرأ كسب طيباً، وانفق كسبا، وقدّم فضلاً ،ووجه هذه الفضول حيث وجهها الله و وضعها حيث أمر الله، فان من كانت قبلكم كانوا يأخذون من الدنيا بلاغهم ويؤثرون بالفضل. ألا إن هذا الموت قد أخر بالدنيا ففضحها، فلا والله ما وجد ذولب فيها فرحاً، فإياكم وهذه السبل المتفرقة التي جماعها الضلالة وميعادها النار، أدركت من صدر هذه الأمة قوماً كانوا اذا أجنهم الليل فقيام على أطرافهم يفتر شون وجوههم، تجري دموعهم على خدودهم، يناجون مولاهم في فكاك رقابهم... يا ابن آدم إن كان لايغنيك ما يكفيك فليس هاهنا منشيء يغنيك وإن كان يغنيك مايكفيك فالقليل من الدنيا يغنيك.

”اللہ ایسے شخص پر رحم کرے جس نے حلال کمایا اور اپنی کمائی سے خرچ کیا اور فاضل مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا اور وہاں رکھ دیا جہاں اللہ نے رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ دنیا سے قدرے حصہ لیتے اور فاضل مال کو دوسروں کو صدقہ میں دے دیتے۔آگاہ رہو کہ اس موت نے دنیا کو نقصان پہنچایا اور اس کو ذلیل ورسوا کر دیا۔پس خدا کی قسم کسی عقل مند کو اس سے کبھی خوشی نہیں ملی، اس لئے ان تمام متفرق راستوں سے بچو جن کا سرمایہ ضلالت اور جن کا انجام آگ ہے۔اس امت کے پہلے حصہ میں میں نے ان لوگوں کو پایا تھا کہ جب رات آجاتی تو وہ اپنے قدموں پر (نماز) کے لئے کھڑے ہو جاتے، ان کے چہرے زمین میں بچھ جاتے، ان کے آنسو رخساروں پر بہتے۔وہ اپنے مولیٰ سے سرگوشیاں کرتے کہ ان کی گردنوں کو دنیا کی غلامی سے آزاد کر دے...اے ابن آدم! اگر وہ چیز جو تمھیں کفایت کرتی ہے تمھیں بے نیاز نہ کرے تو دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو تمھیں بے نیاز کر دے اور اگر جو تمھیں کفایت کر جائے وہ تمہارے لیے کافی ہو جائے تو دنیا کا قلیل حصہ بھی تمھیں کافی ہو جائے گا۔“

6.4.8 خلاصہ

شاعری کی طرح فن خطابت کا تانا بانا بھی خیالات وافکار اور فصاحت وبلاغت ہیں۔یہ آزادی وشجاعت، ہمت واولوالعزمی کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے۔لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانا، دلائل سے (مخالف کو) خاموش کرنے اور اہم کاموں پر ابھارنے اور اکسانے کا یہ ایک کارگر حربہ ہے۔

عرب میں خطابت اور خطیب کی بہت اہمیت تھی جس طرح شاعر قبیلہ کی ناک ہوتا اسی طرح خطیب بھی اس کا فخر ہوتا۔خطیب اپنی تقریر میں دل نشیں اسلوب، سحر بیانی، سلیس ورواں الفاظ، صاف صاف باتیں، چھوٹے چھوٹے ہم وزن جملے، مسجع ومقفّیٰ عبارتیں، ضرب الامثال اور کہاوتیں استعمال کرتے۔وہ مخاطب کو اپنا مضمون ذہن نشین کرنے کے لئے تقریروں میں اختصار مدنظر رکھتے۔دستور یہ تھا کہ خطیب اونچی جگہ کھڑا ہوتا یا سواری پر بیٹھ کر تقریر کرتا، اثناء تقریر ہاتھ ہلاتا، مناسب اشاروں سے مفہوم کو واضح کرتا اور ہاتھ میں عصا، نیزہ یا تلوار لے لیتا۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہاتھ میں عصا لے کر جمعہ وغیر جمعہ میں تقریر کرنا منقول ہوا ہے۔

نبی ﷺ تو تمام خطیبوں کے سردار اور ان کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں آپ کے خطبوں میں فتح مکہ کے بعد دیا گیا خطبہ اور خطبہ حجۃ الوداع حدیث وسیرت کی کتابوں میں روایت کیے گئے اور بڑے مؤثر ہیں۔خطبہ حجۃ الوداع میں آپ نے فرمایا:

”اے اللہ کے بندو! میں تم سب کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، اس کی اطاعت پر ابھارتا ہوں اور جو اچھا ہے اس کو طلب کرتا ہوں۔امابعد، اے لوگو! میری بات سنو، میں تمھیں کھول کھول بیان کرتا ہوں، کیونکہ میں نہیں جانتا کہ شاید اس سال کے بعد میں نہ مل سکوں اس جگہ میں۔

اے لوگو! تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں، یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو۔ایسے ہی حرام ہے جیسے تمہارا یہ آج کا دن محترم ہے، تمہارا یہ مہینہ محترم ہے، تمہارا یہ شہر محترم ہے۔دیکھو کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ گواہ رہنا۔اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارے باپ بھی ایک ہیں۔تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔بلاشبہ اللہ علیم وخبیر ہے۔کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی برتری نہیں، سوائے تقویٰ کے ذریعہ، بتاؤ کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔لوگوں نے کہا: ہاں آپ نے پہنچا دیا تو آپ نے فرمایا تو جو یہاں موجود ہے وہ غیر موجود کو پہنچا دے۔“

اس کے علاوہ حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہم کے خطبے بھی تاریخ میں منقول ہوئے ہیں۔وہ فوجوں کو جہاد پر روانہ کرتے وقت خطبے دیتے اور انھیں نصیحتیں کرتے۔ان کے علاوہ بعض دوسرے حضرات کے خطبے بھی منقول ہوئے ہیں۔مثال کے طور پر قادسیہ کی جنگ میں مغیرہ بن شعبہؓ کا، خالد بن ولیدؓ کا یرموک میں اور ایلہ کی جنگ میں عتبہ بن غزوانؓ کا خطبہ طبری نے نقل کیا ہے۔

خلافت راشدہ کے اخیر میں صحابہ کے مابین مشاجرات کا دور شروع ہو جاتا ہے جس میں اموی عثمانی، علوی وخارجی خطباء اپنا زور خطابت دکھاتے ہیں۔خوارج کا مشہور خطیب قطری بن فجائۃ ہے۔حضرت امام علی رضی اللہ عنہ عربی زبان کے ایک ملہم اور عظیم الشان خطیب ہیں، آپ کی خطابت میں قرآنی اسلوب، منہج نبوی سے تاثر اور اعلیٰ درجہ کی فصاحت وبلاغت منتہائے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔آپ کے خطبوں کا بڑا حصہ نہج البلاغہ میں جمع کیا گیا ہے، تاہم تاریخ ادب عربی کے محققین مثلاً دکتور شوقی ضیف اس کتاب کے بیشتر مشتملات کو منحول اور گڑھا ہوا قرار دیتے ہیں۔

دو اموی گورنر زیاد بن ابیہ اور حجاج بن یوسف عربی زبان کے قدآور خطیب اسی دور میں ہوئے ہیں اس کے علاوہ جہادی مہمات اور سیاسی اختلافات، تفسیر قرآن کے حلقوں اور سیاسی فضا سے الگ وعظ وارشاد کی مجلسیں بھی سرگرم ہوتی ہیں اور ان میں سحبان وائل، سماک بن حرب اور حسن بصری جیسے زہاد اپنی فصاحت وبلاغت اور مذہبی خطابت کے ذریعہ لوگوں میں دینی شوق اور جذبہ پیدا کر دیتے ہیں۔یوں ان مختلف اسباب کے تحت عصر اسلامی میں خطابت کا فن عروج کو پہنچتا ہے۔

6.4.9 فرہنگ:

بلاغت نظام: جس کلام کے نظم میں بلاغت پائی جائے

پہنائیاں: گہرائیاں

مسجع: سجع سے آراستہ جملہ جس میں ہم آواز الفاظ لانے کا التزام کیا جاتا ہے

مقفی: قافیہ والا کلام: قافیہ نثر و نظم میں استعمال کی جانے والی ایک صنعت جس میں سُر یکساں ہوں

مفاخر: مفخرہ کی جمع: فخر بیان کرنا

اسواق عرب: زمانہ جاہلیت میں شعرب کے وہ مشہور بازار جن میں شعروادب کی مجلسیں بھی جمتی تھیں

مشاجرات: جھگڑا، نزاع، خاص طور پر صحابہؓ کے درمیان ہوئی لڑائیوں اور سیاسی اختلافات کو کہا جاتا ہے۔

منحول: گھڑا ہوا، جعلی

افصح العرب: عرب کا سب سے فصیح آدمی

آورد: تکلف اور بناوٹ سے کوئی بات کہنا

توحش کن: ایسے الفاظ جن سے سننے والے کو وحشت ہو

زیر و بم: اتار چڑھاؤ

مؤلفۃ القلوب: جن کے دلوں کو کچھ دے دلا کر رام کیا جاتا ہے۔ زکوۃ کی ایک مد

کلعدم: ختم کر دینا، لغو کر دینا

قتل عمد: جان بوجھ کر قتل کر ڈالنا

قتل شبہ عمد: جان بوجھ کر تو قتل نہ کرنا مگر ایسے طریقہ سے مارنا جس سے آدمی کی جان جا سکتی ہو

نسئی: لوند، سال کے مہینوں کو آگے پیچھے کر دینا جیسا کہ جاہلی زمانہ کے عربوں میں رواج تھا۔

اشراف: اشرف کی جمع، قبیلہ و قوم کے بڑے لوگ، معززین

تقویت: قوت پہنچانا

اخطب العرب: عرب میں سب سے بڑا خطیب

طلاقت لسانی: زبان کی روانی

زہد و ورع: تقوی اور پرہیزگاری

مولاۃ: مولی کی مؤنث جس کو آزاد کر دیا گیا ہو

اضمحلال: کمزوری

مشاہیر: مشہور کی جمع، مشہور معروف لوگ

بہ بانگ دہل: اعلان کے ساتھ کھلے عام

عشرہ مبشرہ: وہ دس صحابی جن کو جنت کی بشارت دنیا میں مل گئی

سابقون اولون: سب سے آگے رہنے والے، سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے

ملہم: جس کو الہام ہوتا ہے

منزہ: پاک و صاف

6.5 نمونہ کے امتحانی سوالات

س ۱۔ عصر اسلامی کی خطابت عہد جاہلی کی خطابت سے کس معنی میں ممتاز ہے؟

س ۲۔ عہد اسلامی میں خطابت کے معانی و مضامین میں کیا اضافہ ہوا؟ مختصر نوٹ لکھیں

س ۳۔ عہد اسلامی کے ممتاز خطباء کون کون ہیں، نام لکھیں اور بتائیں کہ کسی کی خطابت پر کون سا عنصر غالب تھا؟

س ۴۔ الخطبۃ البتراء کس خطیب کا ہے اور اس کو بتراء کیوں کہتے ہیں؟

س ۵۔ اری رؤسا قد اینعت وحان قطافہا کس خطیب نے کہا تھا، کس سے کہا تھا اور کہاں کہا تھا؟ پس منظر پر روشنی ڈالیے

س،٦۔حضرت علیؓ کے خطبات کے مجموعہ کا کیا نام ہے اور اس پر اہل علم میں کیا اختلاف ہے؟

6.6 مطالعہ کے لیے معاون کتابیں:

۱۔د۔شوقی ضیف،تاریخ الادب العربی المجلد الثانی،العصر الاسلامی،

۲۔د۔احمد حسن الزیات،تاریخ الادب العربی،اردو ترجمہ عبدالرحمٰن طاہر سورتی

۳۔د۔عمر فروخ،تاریخ الادب العربی

۴۔د۔احمد امین،فجر الاسلام

۵۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور مادہ حدیث